آرا وافکار

مولانا مفتی محمد اصغر [2]

توہین رسالت حدود سے متعلق ہے یا تعزیرات سے ؟

توہین رسالت کا جرم حدود سے متعلق ہے یا تعزیرات سے ؟اس سوال کا جواب دینے سے قبل حدود اور تعزیرات کی تعریف معلوم ہونی چاہیے کہ حدود سے کیا مراد ہے اور تعزیرات سے کیا مراد ہے ؟ فقہاء کرام جب لفظ حد کا استعمال کرتے ہیں تو اس کا مصداق کیا ہوتا ہے ؟اسی طرح جب تعزیر کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مصداق کیا ہوتا ہے۔۔ان سب سوالوں کا جواب حد اور تعزیر کی تعریف معلوم ہونے سے بخوبی سمجھ آ سکتا ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانیؒ حد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

عقوبة مقدرة واجبة حقا الله تعالي 1

ایسی مقررہ سزا جس کا نفاذ اللہ تعالی کے حق کے طور پر واجب ہے۔

فقہ حنفی کے معروف محقق علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

الحد عقوبة مقدرة لله، بيان لمعناه شرعا فخرج التعزيرلعدم التقدير 2

حد وہ سزا ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ ہے یہ اس کے شرعی معنی کی وضاحت ہے پس اس سے تعزیر نکل گئی کیوں کہ وہ اللہ تعالی کی طرف سے طے شدہ نہیں ہوتی۔

ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حد اس سزا کو کہتے ہیں جو شارع کی طرف سے حق اللہ کے طور پر مقرر شدہ ہو اور جو سزا شارع کی طرف سے مقرر شدہ نہ ہو وہ حد نہیں فقہاء اس کو تعزیر سے تعبیر کرتے ہیں۔

چنانچہ علامہ سرخسی حد اور تعزیر کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

الحد:اسم لعقوبة مقدرة تجب حقا لله.تعالي ولهذا لايسمي به التعزير لانه غير مقدر 3

حد اس سزا کا نام ہے جو مقرر شدہ ہو اللہ تعالی کے حق کے طور پر واجب ہو اس وجہ سے اسکو تعزیر نہیں

2مدرس جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

کہا جائے گا کیوں کہ وہ مقرر شدہ سزا نہیں ہوتی۔

کسی بھی سزا کے حد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالی کی طرف سے مقرر شدہ ہو اور جو سزائیں اللہ تعالی کی طرف سے مقرر شدہ ہیں وہ یا تو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں یا رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں۔ حد کی سزا کا ثبوت قرآن کریم یا حدیث رسول سے ضروری ہے لیکن تعزیری سزا کے لئے اس کا ثبوت قرآن یا حدیث سے ضروری نہیں کیوں کہ وہ شارع کی طرف سے مقرر شدہ نہیں ہوتی۔ حد کی سزا کا تعلق حق اللہ سے ہے اس لئے حد کی سزا قیاس ورائے سے نہیں بلکہ منجانب اللہ نص کے ذریعے سے مقرر شدہ ہوتی ہے جس میں کمی وبیشی کا اختیار کسی بھی ریاست کے پاس نہیں ہوتا چنانچہ امام سرخسی فرماتے ہیں۔

الحد بالقیا س لایثبت 4

"حد قیاس کے ذریعے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ثبوت کے لئے نص صریح کا پایا جانا ضروری ہے،،

حد کی سزا شبہ سے بھی ساقط ہو جاتی ہے اور اس کے اثبات کے لئے بھی صرف دو طریقے ہی مقر ہیں اس کے علاوہ کسی تیسرے طریقے سے اس جرم کو ثابت نہیں کیا جاسکتا مجرم یا تو عدالت کے روبرو آزادانہ اقرار جرم کرے یا اس کے خلاف شہادت موجود ہو۔

چنانچہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

الحدود کلها تظهر بالبینة والاقرار لکن عندا ستجماع شرائطها 5

تمام حدود گواہوں اور اقرار سے ثابت ہوتی ہیں لیکن اسی وقت جب اس کی تمام شرائط پوری ہوں۔

حد اور تعزیری سزا کے بارے میں ضروری گفتگو کے بعد اب ہم آتے ہیں توہین رسالت کی سزا کی طرف کہ آیا وہ حد ہے یا تعزیری سزا ہے ،اس سلسلہ میں جب قرآن کریم احادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کے اقوال کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ توہین رسالت کی سزا ایک اعتبار سے حد ہے جب کہ مجرم توہین رسالت کے ارتکاب سے قبل مسلمان ہو اور اگر مجرم توہین رسالت کے ارتکاب سے پہلے ہی کافر ہو تو پھر اس وقت یہ سزا ایک تعزیر ہے جس کو فقہاء سیاسۃ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔اب آیئے اس اجمال کی تفصیل کی طرف۔

اسلامی ریاست میں اگر کوئی مسلمان شخص دیدہ ودانستہ نبی اقدس ﷺ پر سب وشتم کرتا ہے اور پھر اپنے اس فعل پر ڈٹ جاتا ہے ،توبہ نہیں کرتا تو اس کی سزا قتل ہے کیوں کہ توہین رسالت کے ارتکاب سے وہ مرتد ہو گیا ہے اور مرتد اگر توبہ نہ کرے تو اس کی سزا بھی قتل ہے ،اس لئے شاتم رسول اگر توبہ نہ کرے تو اس کی سزا بھی قتل ہے اور یہ سزا اسلامی ریاست اپنے ملکی قانون کے مطابق دے سکتی ہے اسلامی ریاست کے کسی

فرد کو یہ سزا دینے کا اختیار نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے اسی صورت کے بارے میں قرار دیا ہے کہ شاتم رسول کی سزا بطور حد قتل ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی نقل کیا ہے۔

چنانچہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

أجمعت الأمة على قتل متنقصه من المسلمين وسابه"6

نبی اقدس ﷺ کی توہین و تنقیص کرنے والے مسلمان کے قتل پر امت کا اجماع ہے۔

علامہ شامی نے محمد بن سحنون مالکی کی عبارت پیش کی ہے جس سے اس مسئلہ پر امت کا اجماع بیان کیا گیا ہے:

"أجمع العلماء على أن شاتم النبي صلى الله۔ عليه وسلم المتنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الأمة القتل ومن شك في كفره وعذابه كفر". قال الخطابي: "لا أعلم أحدا من المسلمين اختلف في وجوب قتلهاذاكان مسلما 7

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس پر اللہ کے عذاب کی وعید آئی ہے امت کے ہاں اس کی سزا قتل ہے، جو شخص بھی اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے ابو سلیمان خطابی فرماتے ہیں مسلمان توہین رسالت کے مرتکب کے وجوب قتل پر اہل اسلام میں سے کسی کا اختلاف میرے علم میں نہیں ہے۔

اور اگر کوئی شخص وقتی طور پر نادانستہ توہین رسالت کا مرتکب ہوتا ہے اور بعد میں توبہ کر لیتا ہے تو اس کی سزا کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے واقع ہوا ہے، جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس جرم کی سزا ہر حال میں یہ ہے کہ مجرم کو قتل کر دیا جائے جب کہ فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ اس کی سزا کو حکومت وقت کی صواب دید پر چھوڑ دیا جائے، اگر حکومت وقت مناسب سمجھے تو اس کو قتل کی سزا بھی دے سکتی ہے اور اگر مصلحت قتل سے کم تر سزا دینے میں ہو تو موت سے کم تر تعزیری سزا پر اکتفاء بھی کیا جا سکتا ہے اصل مقصد یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں پیغمبر اسلام کی عزت و ناموس محفوظ ہو اور جو شخص بھی آپ کی ناموس پر حملہ کرنا چاہتا ہے اس کو اس فعل سے باز رکھنے کے لئے جو سزا بھی موثر ہو وہ نافذ کی جائے تاکہ اس جرم کا خاتمہ ہو۔

اس سلسلے میں جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ توہین رسالت کے ارتکاب سے لوگوں کو باز رکھنے کے لئے قتل سے کم تر سزا ناکافی ہے اس سے اس جرم کا خاتمہ نہیں ہوگا اس لئے قتل کی سزا ضروری ہے جب کہ فقہاء واحناف کا رجحان یہ ہے کہ عام حالات میں اس جرم پر قتل کی سزا کے بجائے ایسی تعزیری سزا دینی چاہیے کہ جو

مجرم کو آئندہ اس جرم سے باز رکھنے میں موثر ہو اور وہ کوئی بھی سزا ہو سکتی ہے حتی کہ قتل کی سزا بھی ہو سکتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت سزا مثلاً سولی پر لٹکانا بھی ہو سکتا ہے۔

فقہاء کرام کے مابین اس امر میں تو اختلاف پایا جاتا ہے کہ توہین رسالت کی سزا قتل ہے یا قتل سے کم تر کوئی سزا ہے؟ جس کی تفصیل بھی گزری ہے لیکن اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ ایک تعزیری سزا ہے جو بعض صورتوں میں قتل اور بعض صورتوں میں قتل سے کم تر سزا کی صورت میں دی جاتی ہے البتہ مشہور یہ کر دیا گیا ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ اختلاف توہین رسالت کی سزا کے حد ہونے یا نہ ہونے میں ہے لیکن اختلاف کی یہ تعبیر کسی طور پر بھی درست نہیں۔

توہین رسالت کی سزا کے بارے میں فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہے عام طور پر اس کی تعبیر یوں کر دی جاتی ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک توہین رسالت کی سزا حد یعنی شریعت کی طرف سے مقرر شدہ سزا ہے اس کی تبدیلی کا کسی کو کوئی اختیار نہیں اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ ایک تعزیری اور صواب دیدی سزا ہے جس کی تبدیلی کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔

فقہاء کے اقوال کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تعبیر بالکل غلط ہے بلکہ فقہاء کے اختلاف کی نوعیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ توہین رسالت کی سزا جمہور صحابہ وتابعین فقہاء کرام اور تمام محدثین کے نزدیک ایک تعزیری سزا ہے یہی وجہ ہے توہین رسالت کی سزا میں صحابہ وتابعین فقہاء کے اقوال مختلف ہیں دور صحابہ میں توہین رسالت کی سزا کے بارے میں اہل علم کے مابین مشاورت ہوتی تھی، اس سزا کے تعین کے بارے میں اجتہادات کیے جاتے تھے اور پھر اجتہادی فیصلے کی روشنی میں توہین رسالت کے مجرموں کو مختلف سزائیں جاری کی جاتی تھیں، حالانکہ جو سزا شریعت کی طرف سے مقرر شدہ لازمی سزا کے طور پر طے ہوتی ہے اس میں اہل علم کا اختلاف نہیں ہوتا اور نہ اس میں اجتہاد کی گنجائش ہوتی ہے۔

یہاں توہین رسالت کی سزا کے بارے میں فقہاء کے درمیان ہونے والے اختلاف کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک اس کی سزا قتل ہے، قتل سے کم سزا دینا اس قبیح جرم کو روکنے میں غیر موثر ہے ،دور نبوی اور دور صحابہ وتابعین میں توہین رسالت کے مجرموں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک اور شریعت کے عمومی مزاج کا تقاضا یہ ہے کہ توہین رسالت کے جرم کی شناعت اور سنگینی کو دیکھتے ہوئے مجرم کو سزائے موت دی جائے۔جب کہ احناف کے نزدیک اس جرم پر موت کی سزا کے ساتھ ساتھ دیگر متبادل سزاؤں کی گنجائش بھی شرعی اصولوں کے مطابق موجود ہے دور نبوی میں توہین رسالت کے مجرموں کے

ساتھ جہاں آپ ﷺ نے قتل کے فیصلے فرمائے وہیں آپ نے اس طرح کے مجرموں کو معاف بھی کیا۔ دور صحابہ وتابعین میں بھی یہی صورت حال ہمیں نظر آتی ہے کہ توہین رسالت کے مجرموں کو سزائے موت سے بھی دوچار کیا گیا اور موت سے کم تر ہلکی سزاؤں پر اکتفاء بھی کیا گیا۔ اس سے شریعت کا جو عمومی مزاج ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ جرم کی نوعیت، اس کے اثرات اور حالات کو دیکھ کر مجرم کے ساتھ کاروائی کی جائے، اگر حالات کا تقاضا مجرم کو سزائے موت دینے کا ہو تو سزائے موت دی جائے اور اگر حالات کا تقاضا سزائے موت سے کم تر ہلکی سزا دینے کا ہو تو پھر ہلکی سزا پر اکتفاء کیا جائے، جن فقہاء نے توہین رسالت کی سزا کو حد تسلیم کیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ سزا شریعت کی طرف سے مقرر شدہ ہے اللہ اور اس کے رسول نے یہی سزا متعین کر دی ہے اور اب اس میں تغیر وتبدل کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ توہین رسالت کے جرم کی سنگینی اور آئندہ اس جرم کی روک تھام کے لئے یہی سزا ان کے نزدیک موثر ہے اور ان کے فہم کے مطابق شریعت کا عمومی مزاج بھی یہی ہے اس میں کسی فقیہ کے فہم کا نتیجہ دوسرے فقیہ کے فہم کے نتیجے سے مختلف ہو سکتا ہے اس لئے بعض دیگر فقہاء نے اس کو حد شرعی تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کو ایک تعزیری سزا قرار دیا ہے جس میں تغیر وتبدل کا ہر زمانے میں امکان موجود رہا ہے یہی بات مولانا محمد عمار خان ناصر نے اپنے مقالے میں بیان کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ”ایک فقیہ اور مجتہد کا کسی سزا کو اس لئے لازم قرار دینا کہ وہ شریعت کی طرف سے مقرر کی گئی ہے، بالکل اور بات ہے اور اس کا کسی سزا پر اس لئے اصرار کرنا کہ اس کے فہم کے مطابق عدل وانصاف کے عمومی تقاضوں اور شرعی وفقہی اصولوں کی رو سے وہی اس کی قرار واقعی سزا بنتی ہے ایک بالکل دوسری بات ہے اور اہل علم ان دونوں باتوں کے فرق کو بخوبی سمجھتے ہیں، ائمہ احناف اور دوسرے فقہاء کے اختلاف کا محوری نکتہ پہلی بات نہیں، بلکہ دوسری بات ہے، جمہور فقہاء کے استدلال کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے ہاں توہین رسالت پر سزائے موت کے باب میں روایات وآثار کا حوالہ دراصل قانونی نظائر کی حیثیت سے تائیدی طور پر دیا جاتا ہے نہ کہ اس سزا کو حد شرعی ثابت کرنے کے لئے اصل ماخذ کے طور پر۔ جمہور فقہاء کے موقف کی اصل قانونی اساس یہی نکتہ ہے جو صاف بتاتا ہے کہ وہ اس سزا کو استدلال اور استنباط پر مبنی سمجھتے ہیں نہ کہ شریعت کی طرف سے مقرر کردہ کوئی حد۔“8

اب آتے ہیں دلائل کی طرف کہ آیا قرآن وحدیث، ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام کے اقوال وآثار میں اس سزا کو حد تسلیم کیا گیا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں صاف طور پر یہ بات ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی عزت وعظمت آپ کی تعظیم وتوقیر آپ کے

حقوق کی ادائیگی آپ کے آداب واحترام کی رعایت اورآپ کو ادنی تکلیف دینے سے اجتناب پر بہت زیادہ زور دیا ہے اورآپ کی شان میں توہین وتنقیص پر سزائے موت کو حد شرعی کے طورپر بیان نہیں کیا، جس سے اتنی بات تو واضح ہوئی کہ توہین رسالت کی سزا قرآن میں صراحتا بیان نہیں ہوئی البتہ فقہائے نے بعض آیات سے استنباطی طورپر سزائے موت کو توہین رسالت کی حد شرعی قرار دیا ہے۔

یہی حال احادیث مبارکہ کا ہے نبی اقدس ﷺ کے دور میں توہین رسالت کے متعدد واقعات پیش آئے جن میں آپ ﷺ نے مجرموں کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہیں فرمایا، کسی کو قتل کرادیا، کسی کو معاف کردیا، کسی کے اسلام قبول کرنے کو معافی کی شرط قرار دیا، کعب بن اشرف، ابو رافع یہودی کو آپ نے اپنے حکم سے قتل کرادیا اور قتل کرنے والوں سے خوشی کا اظہار بھی کیا۔ عبد اللہ بن خطل کا قتل، نابینا صحابی کا گستاخ لونڈی کو قتل کرنا اور عصماء بنت مروان کا قتل یہ چند مثالیں ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے اپنی توہین کرنے والوں کو قتل کرادیا، یا صحابہ نے توہین رسالت کے جرم میں ان کو قتل کردیا۔

اسی طرح توہین رسالت کے کچھ واقعات آپ کی زندگی میں ایسے بھی پیش آئے کہ آپ نے ان مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی بجائے ان کو معاف کردیا جن میں عبد اللہ بن ابی سرح، کعب بن زہیر عکرمہ بن ابی جہل اور انس بن زنیم الدئلی اور رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی شامل ہیں، ان مجرموں نے آپ کی توہین وتنقیص کا ارتکاب کیا عبد اللہ بن ابی کے علاوہ باقی سب نے بعد میں توبہ کی اور اسلام قبول کیا آپ ﷺ نے ان کی توبہ کو قبول کیا اور معاف کردیا۔

ان روایات وآثار سے توہین رسالت کے مجرموں کے ساتھ آپ کا ردعمل مختلف نظر آتا ہے، سخت سے سخت سزا دینے کا بھی نمونہ اور بالکل معاف کردینے کا نمونہ بھی واضح طورپر نظر آرہا ہے جس سے امت کے لئے ایک طرف کے نمونے کو توہین رسالت کی حتمی اور مقررشدہ سزا حد شرعی کے طورپر بیان کرنا اور دوسرے نمونے کو بالکل نظرانداز کرنا کسی طورپر بھی درست نہیں امت کے لئے نبی محترم ﷺ کے دونوں نمونے اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے قابل حجت اور قابل عمل ہیں۔

دور نبوی ﷺ کے بعد حضرات صحابہ کرام کے دور میں بھی نبی اقدس ﷺ کے یہ دونوں طرز عمل جاری رہے ہیں صحابہ کرام کے دور میں بھی توہین رسالت کے متعدد واقعات پیش آئے جن میں حضرات صحابہ کرام نے تمام مجرموں کو ایک ہی سزا دینے کی بجائے جرم کی نوعیت معاشرے پر پڑنے والے اس کے اثرات، اور مجرم کی حالت وکیفیت کو دیکھ کر اس کی سزا کے لئے مختلف فیصلے فرمائے اور مجرموں کو مختلف سزائیں دیکر اس جرم کا خاتمہ کیا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے فیصلوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن کے اندر یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبرزہ اسلمی کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کسی شخص پر انتہائی ناراض ہوئے، ابوبرزہ نے حضرت ابوبکر سے اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپؓ نے فرمایا: نبی اقدس ﷺ کے بعد کسی کی بھی توہین پر قتل کی سزا جائز نہیں اس روایت میں آپؓ نے نبی اقدس کی توہین کی سزا موت بیان فرمائی ہے تاہم اس سزا کی بنیاد واساس کیا ہے؟ اس سے سلسلہ میں قاضی علاوالدین صاحب کنزالعمال نے حضرت ابوبکر کی توضیح کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ان حد الانبياء ليس يشبه الحدود فمن تعاطي ذلك من مسلم فهو مرتد او معاهد فهو محارب غادر 9

'انبیاء کی توہین کی سزا عام سزاؤں کی طرح نہیں ہے اگر کوئی مسلمان اس کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ مرتد ہے اور اگر کوئی غیر مسلم ذمی اس کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ محارب اور بدعہد ہے۔"

اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں یمامہ کے والی حضرت مہاجر بن امیہ کا فیصلہ ملاحظہ فرمایئے، ان کی خدمت میں ایک گانا گانے والی عورت کو پیش کیا گیا جس نے نبی اقدسؐ کی شان میں گستاخی کی تھی، جرم ثابت ہونے پر حضرت مہاجر نے اجتہاد کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ اس کا ایک ہاتھ اور دو دانت نکلوا دیے، بعد میں امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع دی گئی تو آپؓ نے فرمایا اگر مہاجر نے اس خاتون کو پہلے سزا نہ دی ہوتی تو میں اس شاتم کو قتل کی سزا دیتا۔ امام ابن جریر طبری نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔10

اس واقعہ سے واضح ہو رہا ہے کہ دور صحابہ میں توہین رسالت کی سزا شرعی طور پر کوئی متعین ومقرر شدہ سزا نہیں تھی بلکہ اس سلسلہ میں صحابہ اپنے اپنے اجتہاد سے اس کی سزا متعین کرتے تھے ظاہر ہے جو سزا حد شرعی کے طور پر مقرر ہو تو اس میں اجتہاد نہیں ہوتا۔ اجتہاد ہمیشہ غیر منصوص مسائل میں ہوتا ہے پھر حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس خاتون کو قتل کی سزا نہیں دی۔ اگر توہین رسالت کی سزا قتل شریعت کی طرف سے مقرر شدہ حد شرعی کے طور پر طے ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق ضرور اس شاتمہ کو قتل کی سزا دیتے اور شرعی حد اس پر نافذ فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ توہین رسالت کی سزا کوئی متعین ومقرر شدہ نہیں، بلکہ مجرم اور اس کے جرم کو دیکھ کر اس کی سزا متعین کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ زادالمعاد میں ان کا اثر منقول ہے:

ايما مسلم سب الله ورسوله او سب احدا من الانبياء وفقد كذب برسول الله. وهي ردة يستتاب فان رجع والا قتل وايما معاهد عائد فسب

الله او سب احدا من الانبياء اور جهد له فقد نقض العهد فاقتلوه ، 11

جو مسلمان بھی اللہ اور اس کے رسول کو یا کسی بھی نبی کو برا بھلا کہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا اور ارتداد کا ارتکاب کرتا ہے، اس سے توبہ کے لئے کہا جائے گا، اگر وہ رجوع کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے اور جو غیر مسلم معاہد عناد کا اظہار کرتے ہوئے اللہ یا اس کے کسی نبی کو برا بھلا کہے اور اعلانیہ ایسا کرے وہ اپنا عہد توڑ دیتا ہے، اس لئے اس کو قتل کر دو۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ دور صحابہ میں توہین رسالت کی سزا کوئی متعین و مقرر شدہ نہیں تھی، مسلمان اگر توہین رسالت کا ارتکاب کرتا تھا تو صحابہ اسے مرتد قرار دیتے تھے اور اس پر ارتداد کی سزا جاری کرتے تھے اور اگر کوئی غیر مسلم اس جرم کا ارتکاب کرتا تھا تو اس کو نقض عہد کی وجہ سے قتل کی سزا جاری کرتے تھے۔ یہ اس طرح کے دیگر کئی واقعات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام توہین رسالت کی سزا کو حد شرعی نہیں سمجھتے تھے تب ہی تو اس جرم پر مختلف سزائیں جاری کرتے تھے۔

صحابہ و تابعین کے بعد فقہاء اربعہ کے اقوال و آثار کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے مابین توہین رسالت کی سزا کے بارے میں تو اختلاف موجود ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک توہین رسالت کی سزا از روئے شرع قتل ہے جبکہ فقہائے احناف کے نزدیک جرم کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے قتل سے کم تر سزا بھی دی جا سکتی ہے لیکن اس سزا کی حیثیت میں کوئی اختلاف نہیں۔

فقہاء اربعہ کی امہات کتب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام فقہاء کے نزدیک اس سزا کی حیثیت تعزیری سزا کی ہے، صحابہ کی طرح فقہاء اربعہ بھی توہین رسالت کی سزا کو حد شرعی نہیں سمجھتے تھے۔

ہمارے اس دعوے کی دلیل ان کا اپنی کتابوں میں توہین رسالت کی سزا کو بطور حد شرعی کے بیان نہ کرنا ہے، کیوں کہ عقل و قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جو سزائیں حدود میں داخل ہیں اور شریعت کی طرف سے مقرر شدہ ہیں جب کوئی فقیہ اور عالم ان سزاؤں کو اپنی کتاب میں بیان کرے یا شرعی احکام کا کوئی مجموعہ مرتب کرے تو اس میں ان سزاؤں کا ذکر کرنا ضروری ہے اگر ان سزاؤں میں سے کسی سزا کا ذکر نہیں کرتا تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے نزدیک وہ سزا حد شرعی نہیں، اس لئے سزاؤں کے حوالے سے شرعی قانون کی تفصیل وضاحت بیان کرتے ہوئے تعزیری اور اجتہادی و استنباطی سزا تو نظر انداز کی جا سکتی ہے لیکن حد شرعی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس منطقی اور سادہ سے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء اربعہ کی امہات کتب کا جائزہ لیا جائے تو ہمارے دعوے کی تصدیق ہو جائے گی۔

فقہ مالکی:

امام مالکؒ نے اپنی کتاب الموطاء میں توہین رسالت کی سزا کے بارے میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی اسی طرح المدونۃالکبری میں بھی اس سلسلہ میں کوئی حکم ذکر نہیں کیا حالانکہ المدونۃالکبری میں بے شمار فقہی مسائل ذکر کیے گئے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ امام مالک کے نزدیک توہین رسالت کی سزا حدود میں شامل نہیں اگر ان کے نزدیک یہ سزا حد میں داخل ہوتی تو وہ ضرور اس کو اپنی کتابوں میں بیان کرتے۔

فقہ شافعی :

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں براہ راست توہین رسالت کی سزا بیان نہیں کی تاہم یہ ضرور قرار دیا ہے کہ اہل ذمہ کے ساتھ جب کوئی معاہدہ کیا جائے تو یہ بات ضرور شرط کے طور پر طے کی جائے کہ وہ نبی اقدس ﷺ اور شعائر اسلام کے بارے میں کوئی توہین آمیز رویہ نہیں اپنائیں گے ورنہ ان کا عقد ذمہ ٹوٹ جائیگا اور ان کی جان ومال مباح قرار پائے گا۔

چنانچہ امام شافعیؒ لکھتے ہیں۔

وعلي ان لايذكرو رسول الله۔ _ الا بما هواهله ولا يطعنوا في دين الاسلام ولا يعيبو من حكمه شيا فان فعلوا فلا ذمة لهم 12

اہل ذمہ سے اس شرط پر معاہدہ کیا جائے گا کہ وہ نبی اقدس ﷺ کا تذکرہ اسی احترام سے لیں گے جس کے وہ اہل ہیں اور دین اسلام میں عیب جوئی اور طعنہ زنی نہیں کریں گے پھر اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے عقد ذمہ کو توڑ دیا جاے گا،

اور اگر معاہدہ کی شرائط میں توہین رسالت نہ کرنے کی شرط طے نہ کی گئی ہو پھر وہ اس کا ارتکاب کرلیں تو کیا ان کو قتل کی سزا جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے قول مشہور یہ ہے کہ قتل کی سزا پھر بھی جاے گی لیکن بعض فقہائے شافعیہ کے رائے یہ ہے کہ اس صورت میں قتل کی سزا نہیں دی جائے گی۔ابو اسحاق شیرازی کا موقف بھی یہی ہے جو فقہ شافعی کے نامور عالم ہیں

اسی طرح مشہور شافعی امام عبد الوہاب شعرانی کا موقف کہ توہین رسالت کی سزا حد شرعی نہیں بلکہ ایک تعزیری سزا ہے۔

قال العلماء وفيه دليل علي ان من توجه عليه تعزير لحق الله۔ تعالي جاز للامام تركه 13

علماء نے فرمایا ہے کہ توہین رسالت کے یہ تمام واقعات اس بات پر دلیل ہیں کہ شاتم رسول کی سزا تعزیری سزا ہے جسے حالات کے پیش نظر معاف بھی کیا جاسکتا ہے۔

فقہ حنبلی:

امام احمد بن حنبل کے بیانات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ توہین رسالت کی سزا کو حد شرعی نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک اجتہادی واستنباطی سزا قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے شاگرد حنبل کا بیان ہے

سمعت ابا عبد الله. يقول كل من نقض العهد واحدث في الاسلام حدثا مثل هذا رأيت عليه القتل ليس علي هذا اعطوا العهد والذمة 14

میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو ذمی بھی معاہدہ توڑ دے اور اسلام کے بارے میں اس طرح کے کسی جرم کا مرتکب ہو، میری رائے میں اس کی سزا قتل ہے کیوں کہ ان کے ساتھ معاہدہ اس بات پر نہیں کیا گیا تھا۔

امام احمد کے اس اثر سے واضح طور پر سمجھ آ رہا ہے کہ وہ توہین رسالت کی سزا کو حد شرعی نہیں سمجھتے بلکہ ذمی کے لئے قتل کی سزا کے اس لئے قائل ہیں کہ توہین رسالت کی وجہ سے ان سے جو معاہدہ طے تھا اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

فقہ حنفی:

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا تو موقف ہی یہ ہے کہ توہین رسالت کی سزا حد شرعی نہیں بلکہ سراسر تعزیری سزا ہے جس کی کوئی حد مقرر نہیں اس سلسلہ میں فقہ حنفی کے دو معتبر حوالے پیش کیے جاتے ہیں

امام طحاوی لکھتے ہیں:

ومن كان ذلك منه من الكفار ذوي العهود لم يكن بذلك خارجا من عهده وامر ان لا يعاوده فان عاوده ادب عليه ولم يقتل 15

اگر کوئی ازمی غیر مسلم توہین رسالت کا مرتکب ہو تو اس سے عقد ذمہ نہیں ٹوٹے گا اس سے کہا جائے گا کہ وہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کرے پھر اگر ایسا کرے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی، لیکن قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

ان الساب اذاكان كافرا لايقتل عندنا الا اذا رآه الامام 16

اگر توہین سالت کا ارتکاب کرنے والا کافر ذمی ہو تو ہمارے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جائے گا البتہ امام اگر اس کا قتل مناسب سمجھے تو ایسا کر سکتا ہے۔

فقہاء کرام کی آ راکے بعد ائمہ محدثین کی آ را کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

یہ بات تو اہل علم جانتے ہیں کہ فقہی مذاہب کی تدوین وترتیب میں فقہاء کا الگ منہج ہے اور محدثین عظام کا بھی الگ منہج فکر ہے ، محدثین کے ہاں احادیث کی جمع وترتیب میں الگ الگ رجحانات ہیں ،ایک رجحان احادیث سے فقہی احکام کے استنباط واستخراج کا ہے جس کی ایک مستقل علمی روایت محدثین کے ہاں دور اول سے چلی آ رہی ہے اس کے اپنے فوائد وخصائص ہیں

محدثین کا طریقہ ہے کہ وہ عام طور پر اپنے فقہی ذوق اور رجحان کی وضاحت کسی بھی موضوع سے متعلق احادیث کے انتخاب اور ان پر کوئی عنوان قائم کرنے کے ذریعے سے کرتے ہیں ، باب کا عنوان اور اس میں درج حدیث سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس بارے میں صاحب کتاب کا فقہی مذہب کیا ہے۔اس زاویہ نگاہ سے زیر بحث مسئلہ توہین رسالت کی سزا حد شرعی ہے یا تعزیری ہے ؟ میں محدثین کا ذوق اور ان کا موقف معلوم کیا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ وہ اس کو حد شرعی نہیں سمجھتے ، کیوں کہ اگر ان کے نزدیک یہ سزا حد شرعی ہے تو پھر ان کے فقہی ابواب پر مرتب ہونے والے مجموعہ ہائے حدیث میں یہ سزا بیان کیوں نہیں ہوئی ، باقی تمام شرعی سزائیں جو حدود سے متعلقہ ہیں وہ بیان کی گئی ہیں اگر توہین رسالت کی سزا بھی حدود میں داخل ہوتی تو اسے ان سزاؤں کے ساتھ ضرور بیان کیا جاتا ، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

فقہی ابواب وعنوانات کے تحت مرتب ہونے والے تمام متداول کتابوں کو آپ دیکھ لیں ان میں حدود تعزیرات کے ابواب بھی قائم کیے گئے ہیں لیکن ان میں توہین رسالت کی سزا کا کوئی ذکر نہیں محدثین کے اس طرز اور اسلوب سے یہی واضح ہوتا ہے کہ توہین رسالت کی سزا ان کے نزدیک حد شرعی نہیں۔

اس موضوع پر مولانا عمار خان ناصر نے جو تحقیق پیش کی ہے، اس کا اختصار انہی کے شکریہ کے ساتھ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

احادیث کی کتابوں میں صحاح ستہ کو بڑا مقام حاصل ہے اس لئے اس سلسلہ میں اپنے جائزے کا آغاز بھی صحاح ستہ سے کیا جارہا ہے۔ صحاح ستہ کی چھ میں سے تین کتابوں صحیح مسلم ، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے متعلقہ ابواب میں توہین رسالت کی سزا سے متعلق نہ کوئی حدیث ذکر کی گئی ہے اور نہ ہی عنوان قائم کیا گیا ہے۔

سنن نسائی اور سنن ابو داؤد میں توہین رسالت سے متعلق ابواب بھی قائم کیے گئے ہیں اور اس کے تحت احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں جن میں ایسے مجرموں کو قتل کیے جانے کا ذکر ہے لیکن اس سے قطعی طور پر یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سزا کو شرعی حد بھی سمجھتے ہیں کیوں کہ انہی کتابوں میں دوسرے مقامات پر بعض دوسرے جرائم پر قتل کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے جو یقینا تعزیرات کے دائرے میں آتی ہیں مثلا ہم جنس پرستی کی سزا قتل یا سنگسار بیان کی گئی ہے جسے کوئی بھی حدود میں شامل نہیں سمجھتا ،

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے توہین رسالت کی سزا کے متعلق بعض روایات ذکر کی ہیں مثلا کتاب المغازی میں کعب بن اشرف اور ابورافع کے قتل کی روایات منقول ہیں لیکن کتاب الجزیہ اور کتاب الحدود جہاں یہ روایات امام بخاری کے اسلوب کے مطابق درج ہونی چاہیے تھیں وہاں ان میں سے کوئی واقعہ نقل نہیں کیا گیا اور نہ اس سزا کا کوئی ذکر کیا گیا ہے۔

امام بخاری کے اس اسلوب اور طرز سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ سزا شرعی حد نہیں اس کی تائید امام بخاری کی ایک اور بات سے بھی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب نے کتاب .استتابة المرتدین .والمعاندین .وقتالهم .میں ایک باب اس عنوان سے ذکر کیا ہے: باب ..اذا .عرض .الذمی وغیرہ بسب النبی ﷺولم یصرح (اگر کوئی ذمی یا کوئی دوسرا شخص کنائے کے انداز میں نبی اقدس ﷺ کی توہین کرے لیکن صراحتا نہ کرے) کا عنوان قائم کرکے یہ مشہور روایت ذکر کی ہے کہ ایک یہودی نے نبی اقدس ﷺ کو سلام کرتے ہوئے السام علیک (تم پر موت آ جائے) کے الفاظ کہے تو صحابہ نے کہا کہ کیا ہم اسے قتل نہ کردیں ؟آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم صرف وعلیکم کہہ دیا کرو۔

امام بخاری کے اس اسلوب سے شارحین بخاری شریف نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ امام صاحب توہین رسالت کی سزا کے سلسلہ میں حنفی مذہب کے زیادہ قریب ہیں اور حنفی مذہب میں توہین رسالت کی سزا حدود میں داخل نہیں۔ چنانچہ ابن المنیر لکھتے ہیں :

> كان البخاري كان علي مذهب الكوفين في هذه المسالة وهوان الذمي اذا سب يعزر ولايقتل 17

گویا امام بخاری اس مسئلے میں اہل کوفہ کے مذہب پر ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر ذمی توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے۔

صحاح ستہ کے علاوہ دیگر احادیث کی کتابوں کی صورت حال بھی یہی ہے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف کی کتاب الحدود اور کتاب السیر میں توہین رسالت کی سزا کے بارے میں کوئی روایت نقل نہیں کی اگرچہ بعض دیگر مواقع پر اس سلسلہ کی ایک آدھ روایت ذکر کی ہے جس میں ایک یہودی عورت کو نبی اقدس ﷺ کی توہین کی وجہ سے قتل کرنے کا ذکر ہے تاہم اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اسے حد شرعی سمجھتے ہیں۔

امام دارمی نے بھی اپنی سنن کی کتاب الحدود اور کتاب السیر میں اس سے متعلق کوئی روایت ذکر نہیں کی ہے۔

امام ابو عوانہ نے اپنی مسند کی کتاب الحدود اور کتاب السیر میں اس سے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں توہین رسالت سے متعلق نہ کوئی عنوان قائم کیا ہے اور نہ ہی کوئی روایت بیان کی ہے حالانکہ ابن خطل وغیرہ کے قتل کے واقعات اس کتاب میں دوسرے مقامات پر منقول ہیں، امام ابو محمد ابن الجارود نے احادیث احکام پر مشتمل مجموعہ المنتقی میں اس سے متعلق نہ کئی حدیث ذکر کی ہے اور نہ ہی اس سے متعلق کوئی حکم بیان کیا ہے۔

امام دار قطنی نے اپنی سنن میں کتاب الحدود والدیات میں ابن عباسؓ کی روایت اگرچہ نقل کی ہے جس میں توہین کرنے والی ایک عورت کے قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے تاہم اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اسے ردت کی سزا سمجھتے ہیں یا حد شرعی کی، ظاہر ان کے اسلوب سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ خاتون مسلمان تھی اور توہین کرنے کی وجہ سے مرتدہ ہو گئی اور قتل کی سزا اسے ارتداد کی وجہ سے دی گئی گویا کہ امام دار قطنی نے صراحتا غیر مسلم کی سزا اپنی کتاب میں بیان نہیں کی۔

امام بیہقی نے السنن الکبری کی کتاب الحدود میں اس مسئلے کا کوئی ذکر نہیں کیا البتہ دوسرے مقامات پر توہین رسالت کی سزا کے واقعات بیان کے ہیں مثلا کتاب الجزیہ کے "باب يشرط عليهم . ان لا يذكرو ا رسول الله الا بماهوا هله،، کے عنوان کے تحت دو روایات ذکر کی ہیں ایک میں توہین رسالت کی وجہ سے ایک یہودیہ عورت کو قتل کرنے کا ذکر ہے جب کہ دوسری روایت میں حضرت غرفہ بن حارث کندی کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انہوں نے توہین رسالت کی بنیاد پر ایک نصرانی شخص کی ناک توڑ دی تھی اس واقعہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ توہین کے مرتکب نصرانی کو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ صرف ناک توڑنے کی سزا دی گئی تھی۔ امام بیہقی کا اس روایت کو یہاں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک توہین رسالت کی سزا قتل ضروری نہیں بلکہ قتل سے ہلکی سزا بھی دی جا سکتی ہے اور یہ کہ قتل کی سزا کوئی حد شرعی نہیں۔

امام عبد الحق الاشبیلی نے صحیحین کی احادیث کو خاص انداز میں جمع کیا ہے جس کا نام "الجمع بین الصحیحین" ہے اس کتاب میں بھی توہین رسالت کی سزا یا اس سے متعلق کوئی روایت ذکر نہیں کی گئی۔

امام زین الدین عراقی نے اپنی کتاب "طرح التثریب فی شرح التقریب،، میں بھی اس مسئلے سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

ماضی قریب کے عظیم محدث علامہ احمد عبد الرحمان الساعاتی نے امام احمد بن حنبل کی مرویات کو موضوعاتی تبویب کے انداز سے الفتح الربانی کے نام سے مرتب کیا ہے احادیث کا بہت زیادہ ذخیرہ اس کتاب میں مرتب ہو گیا ہے لیکن اس میں توہین رسالت کی سزا سے متعلق کوئی روایت بیان نہیں ہوئی اور نہ اس سے متعلق کوئی حکم بیان کیا گیا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ محدثین کے ہاں بھی توہین رسالت کا جرم حدود سے متعلق نہیں بلکہ تعزیرات سے متعلق ہے اس حوالے سے فقہاء احناف صحابہ وتابعین ائمہ مجتہدین اور محدثین عظام کے موقف میں کوئی فرق نہیں۔قریب قریب سب میں اتفاق پایا جاتا ہے، کہ توہین رسالت کا جرم حدود سے متعلق نہیں بلکہ تعزیرات سے متعلق ہے۔

حوالہ جات

۱۔بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۹ص ۱۷۷

۲۔البحر الرائق ج ۵ص ۲

۳۔المبسوط ج ۹،ص ۳۶

۴۔المبسوط ج ۹ص ۱۱۰

۵۔بدائع الصنائع ج ۹ص ۲۲۹

۶۔الصارم المسلول ص ۳

۷۔ نفس المصدر ص ۴

۸۔براہین ص ۴۵۶

۹۔کنزالعمال کتاب الحدود،ذیل الحدود،رقم ۱۳۹۹۲

۱۰۔نفس المصدر

۱۱۔زادالمعاد فی ہدی خیر العباد،ج۵ص ۵۵

۱۲۔کتاب االام،ج ۴ص ۲۱۸

۱۳۔کشف الغمہ ج ۲ص ۱۸۹

۱۴۔الصارم المسلول ص ۱۶

۱۵۔مختصر الطحاوی ص ۲۶۲

۱۶۔تنبیہ الولاۃ والحکام ص ۳۸

۱۷۔التواری علی ابواب البخاری ج اص ۳۴۶